مولانا ڈاکٹر سید سلمان ندوی

پانچواں مولانا سید زوار حسین یادگاری خطبہ

مکاتیب نبوی

تقابلی مطالعہ

یہ خطبہ مولانا ڈاکٹر سید سلمان ندوی ابن علامہ سید سلیمان ندوی رحمہ اللہ (ڈربن ساؤتھ افریقہ) نے مولانا سید زوار حسین شاہ صاحبؒ یادگاری خطبے کے سلسلے میں مئی ۲۰۱۱ء کو دارالعلوم والتحقیق میں ارشاد فرمایا تھا، اسے کاغذ پر منتقل کرنے اور مناسب تدوین کے بعد شش ماہی السیرہ کے قارئین کی خدمت میں پیش کیا جارہا ہے۔ اس سلسلے کے ابتدائی چار خطبات، خطبات کراچی کے عنوان سے کتابی صورت میں شائع ہوچکے ہیں۔ (ادارہ)

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم، فاعوذ باللہ من الشیطان الرجیم
بسم اللہ الرحمن الرحیم

تمہید

آج موضوع بہت اہم ہے یہ موضوع ڈاکٹر سید عزیز الرحمن نے مجھے دیا ہے۔ ان کی محبت کہوں یا ان کا ستم کہ جب بھی میرا پاکستان آنا ہوتا ہے تو یہ پہلے سے گرفتار کرلیتے ہیں اور پہلے سے وقت لے لیتے ہیں۔ الحمدللہ! اس طرح مجھے آپ حضرات سے کچھ کہنے کا موقع میسر آجاتا ہے۔

آج کا جو موضوع ہے وہ ہے "آپ ﷺ کے سلاطین کے نام لکھے گئے خطوط کے درمیان ایک تقابلی جائزہ"

میں قرآن پاک کی اس آیت سے اپنی بات کا آغاز کروں گا:

اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّکَ بِالْحِکْمَۃِ وَالْمَوْعِظَۃِ الْحَسَنَۃِ [۱]

اسلام کی طرف دعوت حکمت کے ساتھ دو اور اچھی باتوں کے ساتھ

یہاں پر حکمت کا لفظ پہلے ہے اور موعظۃ کا بعد میں، قرآن کے ہر لفظ اور ترکیب میں ایک حکمت اور ایک معنی پوشیدہ ہوتا ہے۔ اگر اللہ چاہتے تو موعظۃ پہلے ذکر کرتے اور حکمت بعد میں کرتے، لیکن اللہ نے حکمت کا لفظ پہلے رکھا ہے اور موعظہ و نصیحت کی بات بعد میں رکھی ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ جن افراد کو دعوت دی جارہی ہے، وہ مختلف قسم کے لوگ ہوتے ہیں، وہ مختلف پس منظر کے حامل لوگ ہوتے ہیں تو ان کو کس طرح سے دعوت دی جائے کہ وہ آپ کی دعوت کو قبول کرلیں۔ ایک طریقہ تو یہ ہے کہ آپ خوب صورت تقریریں کریں، یہ طریقہ تو درست نہیں ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پوری زندگی کا اگر آپ جائزہ لیں، خاص کرکے مکے کی زندگی کا تو یہ نظر آتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کتنی پریشانی اٹھائی اور کتنی مصیبتوں میں رہے کہ ایک وقت مکے میں صحابہ کرام پر ایسا بھی آیا کہ انہوں نے کہا کہ ہم مقابلہ کرتے ہیں، لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ قبول نہیں کیا اور تیرہ سال تک آپ دعوت دیتے رہے اور مختلف پریشانیاں آپ برداشت کرتے رہے۔

مطلب یہ ہے کہ اصل مقصود کو حاصل کرنے کے لیے مشکلات بھی پیش آتی ہیں اور ان کو برداشت کرنا پڑتا ہے۔ دعوت دینے کا درست طریقہ یہ ہے کہ اس مقصد کے لیے ایسے الفاظ استعمال کیے جائیں کہ وہ بات مخاطب کو سمجھ میں آجائے، اور اس کے خلاف کوئی ردعمل پیدا نہ ہو، دعوت میں یہ اصل چیز ہوتی ہے۔ اگر اس تمہید کو پیشِ نظر رکھیں تو آپ کو یہ بات سمجھ میں آجائے گی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو خطوط سلاطین عالم کو لکھے تھے، ان میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا اسلوب اختیار کیا ہے؟ بادشاہوں کو جو خطوط لکھے تھے ان میں کچھ عبارتیں تو مشترک تھیں، لیکن کچھ عبارتیں مختلف تھیں، اس لحاظ سے کہ اس سلطان، اس بادشاہ سے حالات اور زمانے کے مطابق بات کی جارہی تھی، یہ فرق سمجھنے کے لیے بڑی اہم چیز ہے۔ اور ہم اس پر چند باتیں عرض کریں گے۔

۱۔ النحل: ۱۲۵

سلاطین عالم کو خطوط لکھنے کا پس منظر

رسول اللہ ﷺ نے مختلف سلاطین کو خطوط تحریر فرمائے ان کا پس منظر سمجھنے کی ضرورت ہے۔ دیکھیے کہ جب رسول اللہ ﷺ مدینہ منورہ تشریف لائے تو ایک سال بعد فوراً جنگ بدر پیش آئی۔

مزید سال بھر بعد جنگ احد پیش آگئی اور پھر اس کے کچھ عرصے بعد جنگ احزاب ہوئی اور پھر جنگ مصطلق۔ الغرض جنگوں کا ایک سلسلہ شروع ہوگیا اور خاص طور سے جب جنگ احزاب برپا ہوئی تو اس کے بعد ایسی صورت حال پیدا ہوئی کہ رسول اللہ ﷺ کو یہ احساس ہوگیا کہ لڑائیوں کا یہ سلسلہ تھمنے والا نہیں ہے۔ جہاں تک اہل قریش کا تعلق تھا اہل مکہ کا تعلق تھا ان سے اس دوران پے در پے جنگیں ہوئی تھیں، اور ہر جنگ میں ان کو شکست ہوئی تھی، اس لیے انہیں اس بات کا احساس ہوگیا کہ جنگ کے ذریعے مسلمانوں سے نمٹنا مشکل ہے۔ اس کے بعد صلح حدیبیہ ہوئی، اس کا سبب یہ ہوا کہ رسول اللہ ﷺ نے اعلان فرمایا کہ ہم عمرے پر جارہے ہیں۔ یہ اعلان سن کر صحابہ کرامؓ بھی کثیر تعداد میں آپ ﷺ کے ہم راہ اس سفر میں شریک ہوگئے۔ یہ واقعہ ۶ ہجری میں پیش آیا اور اس کے دو سال بعد ۸ ہجری میں فتح مکہ ہوا، ۶۳۰ عیسوی میں اس سے دو سال پہلے صلح حدیبیہ ہوئی۔

صلح حدیبیہ کی اہمیت

آگے بڑھنے سے پہلے ہمیں صلح حدیبیہ کی اہمیت کا جائزہ لینے کی بھی ضرورت ہے۔

صلح حدیبیہ ایک معاہدہ تھا۔ اس لحاظ سے کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عمرے کی نیت کی تو آپ کو معلوم تھا کہ مکے میں ان کو داخلے کی اجازت نہیں ملے گی، اس کے باوجود آپ صحابہ کرامؓ کے ساتھ مکے کی جانب روانہ ہوئے۔ نبی کریم ﷺ کا معمول یہ تھا کہ جب کسی اہم سفر پر جاتے، کسی اہم مہم پر جاتے، یا کسی جنگ پر جاتے تو اس سفر سے اپنے مقصد ہے کا اعلان عوام میں فرمایا کرتے تھے۔ لہٰذا جب آپ نے عمرے کا ارادہ فرمایا تو احرام پہنا، اور اپنے ساتھ قربانی کے جانور لیے، کیوں کہ یہ دونوں چیزیں سفر عمرہ کی واضح علامات تھیں، اس لیے بہت سے صحابہ ذوق وشوق سے تیار ہوگئے، بہت سے صحابہ جو اپنے وطن مکہ سے ہجرت کرکے مدینے گئے تھے وہ اپنے وطن واپس آرہے تھے۔ لیکن آپ ﷺ کو یہ معلوم تھا کہ آپ کو مکے میں داخلے کی اجازت نہیں ملے گی، چناں چہ یہی ہوا کہ جب مکے میں داخلے کی اجازت نہیں ملی تو آپ وہیں بیٹھ گئے اور یہ کوشش شروع ہوئی کہ آپ کو مکہ مکرمہ میں داخل ہونے کی اجازت دی جائے، یہ بھی نہیں ہوا تو دونوں فریقوں کے درمیان بات چیت شروع ہوئی، جس کے کئی دور

ہوئے، جس کے بعد بالآخر دونوں فریقوں کے مابین ایک معاہدہ طے پا گیا، یہ ایک لمبا قصہ ہے،[۲] میں اس کی تفصیل میں نہیں جانا چاہتا۔ اور اس معاہدے سے کم از کم امن کی ایک شکل پیدا ہوئی تھی یہ کہ معاہدہ دس سال تک رہے گا، لیکن ہوا یہ کہ یہ معاہدہ دو سال ہی میں ٹوٹ گیا۔[۳]

اس معاہدے کو تحریر کرتے ہوئے بھی کئی مراحل بہت نازک ثابت ہوئے، جب معاہدہ لکھا جا رہا تھا تو اس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نام لکھا گیا کہ محمد رسول اللہ کی طرف سے ہے۔ اس پر اہل مکہ نے کہا کہ اگر ہم آپ ﷺ کو نبی مان لیتے تو اختلاف کس بات کا تھا؟ چناں چہ مشرکین کے اعتراض پر وہ لفظ مٹا دیا گیا۔ اس طرح جس وقت یہ معاہدہ لکھا جا رہا تھا ایک واقعہ پیش آیا کہ ابوجندل مشہور تو مسلم تھے اور سہل بن عمرو کے بیٹے تھے جو کفار مکہ کی نمائندگی کرتے ہوئے مذکرات کر رہے تھے، ابوجندل کو لوگوں نے زنجیروں میں باندھ رکھا تھا، اسی حالت میں وہ آپ ﷺ کے پاس حاضر ہوئے اور یہ درخواست کی کہ مجھے ساتھ لے جائیں، اس کے باپ نے کہا کہ اگر ایسا ہوا تو پھر معاہدہ نہیں ہوگا۔ آپ ﷺ نے اس کو بھی قبول کر لیا۔[۴]

اگر آج ہم یہ تمام تفصیلات سامنے رکھیں تو بہ ظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے دب کر معاہدہ کیا، لیکن نبی کریم ﷺ کی نگاہ کہیں اور تھی آپ اس کے دور رس نتائج دیکھ رہے اور بعد میں ثابت بھی ہو گیا کہ رسول اللہ ﷺ کی رائے درست تھی۔ صحابہ کرام کو غم تھا کہ مکہ مکرمہ میں داخل نہیں ہو سکے، چوں کہ مشرکینِ مکہ کے ساتھ مسلمانوں کی جنگوں کا ایک مسلسل سلسلہ تھا تو آپ کو وہ وقت نہ مل سکا جس میں آپ سلاطین عالم میں دعوت کا کام کر سکیں۔ صلح حدیبیہ سے ایک بڑا فائدہ یہ بھی ہوا کہ آپ کو سلاطین عالم کو دعوت اسلام کا موقع میسر آیا، یہ معاہدہ دس سال کا تھا۔ معاہدے میں ایک شق تھی کہ وہ شخص جو مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ جائے گا اس کو نبی کریم ﷺ واپس بھیجیں گے، لیکن جو شخص مدینہ منورہ سے مکہ جائے گا اس کو واپس نہیں کیا جائے گا بہ ظاہر یہ بہت سخت اور یک طرفہ شرط تھی کہ مکے سے جو شخص قریش کے سرداروں سے بغیر اجازت کے مدینہ منورہ جائے گا وہ واپس کر دیں گے۔ لیکن مدینہ منورہ سے جو آئے گا اس کو واپس نہیں کیا جائے گا۔ صحابہ کرام

۲۔ تفصیل کے لیے ملاحظہ کیجیے! ہادیٔ اعظم: ج۱، ص ۴۸۲ تا ۵۰۸

۳۔ وجوہات وغیرہ کے لیے دیکھیے! ہادیٔ اعظم: ج۲، ص ۳۴۶ تا ۳۵۰

۴۔ ایضاً: ج۱، ص ۴۵۰

رضی اللہ عنہم کو اس پر بہت رنج تھا کہ حضور ﷺ نے اس کو قبول فرمایا اور اس قدر ناروا شرط مان کر صلح حدیبیہ کر لی۔ یہی شق اصل میں صلح کے ختم ہونے کی بنیاد بنی۔

یہاں بات سمجھنے کی ہے کہ مکہ مکرمہ سے جو جائے گا وہ اگر کافر ہے تو مدینہ منورہ میں اس کی ضرورت ہی نہیں تھی، اور اگر مسلمان ہے تو اس کو واپس بھیج دیا جائے، اور اگر صحیح معنوں میں مسلمان ہے تو وہاں کام کرے گا اور لوگوں پر اس کا اثر پڑے گا۔ اور اگر مدینہ منورہ سے کوئی جاتا ہے یا تو کافر ہو گا یا مسلمان ہو گا، کافر کی تو ہمیں ضرورت نہیں ہے اور اگر مسلمان جاتا ہے تو وہ بدبخت ہو گا جو رسول اللہ ﷺ کی صحبت کو چھوڑ کر وہاں جائے گا، اس لیے یہ بہت آسان بات تھی اور جلد ہی صحابہ کے سمجھ میں بھی آگئی۔

صلح حدیبیہ کے بعد رسول اللہ ﷺ کو یہ موقع ملا کہ آپ سلاطین عالم کو دعوت دیں۔ اس پر بات کرنے سے قبل ایک اور عنوان پر بات کرنے کی ضرورت ہے، وہ اس وقت کی بین الاقوامی حکومتیں اور ان کی صورت حال۔

زمانۂ رسالت میں عرب کے قرب وجوار میں موجود سلطنتیں

اس زمانے میں ایک تو روم کی سلطنت تھی، بازنطینی سلطنت۔ اور ان کا علاقہ استنبول فلسطین، شام، قسطنطنیہ تھا اور ان سے متصل سب علاقوں پر ان کا قبضہ تھا، دوسری سلطنت ایرانیوں کی تھی وہ ایران میں تھے ظاہر ہے وہ دو عظیم سلطنتیں تھی اور ان دو سلطنتوں کے آس پاس کے جو علاقے تھے وہ ان کے قبضے میں تھے۔ شام کے جو علاقے ہیں مدینے کے شمال میں اور وہ سب کے سب بازنطینوں کے قبضے میں تھے، اس کے علاوہ مصر، شمالی افریقہ اور بہت سے علاقے تھے۔ وہ علاقے جو ایرانیوں سے قریب تھے وہ ایرانیوں کے قبضے میں تھے۔ جب کہ دوسری جانب صورت حال یہ تھی کہ دو بڑی قوتیں ہونے کے سبب رومیوں اور ایرانیوں کی آپس میں مستقل جنگ رہتی تھی۔ ان ہی جنگوں میں ایک بڑی جنگ مکے کے قریب ہوئی جس میں رومی شکست کھا گئے اور ایرانی فتح پا گئے، ایرانیوں نے جا کر یروشلم پر قبضہ کر لیا، یروشلم میں عیسائیوں کا دارالخلافہ تھا وہاں عیسائیوں کا ایک بڑا چرچ تھا، اس میں ایک بڑی صلیب تھی جو ایرانی اپنے ساتھ لے گئے، اسی جنگ کے بارے میں قرآن کی آیات نازل ہوئی۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

الٓمّٓ O غُلِبَتِ الرُّوْمُ O فِيْٓ اَدْنَى الْاَرْضِ وَهُمْ مِّنْ م بَعْدِ غَلَبِهِمْ سَيَغْلِبُوْنَ O فِيْ بِضْعِ سِنِيْنَ ط لِلّٰهِ الْاَمْرُ مِنْ قَبْلُ وَمِنْ م بَعْدُ ط وَيَوْمَئِذٍ يَّفْرَحُ الْمُؤْمِنُوْنَ O(۵)

الم: روم والے مغلوب ہوگئے، قریب کے ملک میں، اور وہ مغلوب ہونے کے بعد بہت جلد غالب ہوں گے چند سال میں۔ اس سے پہلے اور اس کے بعد بھی اختیار اللہ ہی کا ہے اور اس روز (جس روز رومی غالب ہوں گے) مسلمان خوش ہوں گے۔

مسلمانوں کو ایران کے غالب آنے کا بہت بڑا غم تھا، وجہ یہ تھی کہ رومی مذہب پرست تھے، جب کہ ایرانی آتش پرست تھے ان کے ساتھ مسلمانوں کا کوئی تعلق نہیں تھا، جب عیسائیوں کو شکست ہوئی تو مسلمانوں کو اس کا غم ہونا یہ فطری امر تھا۔ اس پر یہ آیت اللہ تعالیٰ کی طرف سے اتری تو معلوم ہوا کہ نزدیک کی زمین پر اہل روم مغلوب ہوگئے، لیکن جمع خاطر رکھو، سکون رکھو اگر چہ یہ غلبہ ایرانیوں کو ہو چکا ہے، لیکن چند ہی سالوں کے اندر یہ شکست کھا جائیں گے اور روم والے قبضہ پا جائیں گے۔ دیکھیے قرآن نے یہ بات کہی کہ آٹھ نو سال کے عرصے میں ایسا ہوگا اور اسی عرصے کے درمیان روم کے بادشاہ ہرقل نے حملہ ایران پر حملہ کیا اور ایرانیوں کو شکست دی، اور اپنی صلیب ان کے قبضے سے واپس لے آیا۔ یہ ذکر میں نے اس لیے کیا کہ یہ ایک تاریخی واقعہ تھا، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بعد میں سلاطین کو جو دعوت دی، اس کے ساتھ اس واقعے کا تعلق ہے، اس لیے کہ عیسائیت سے اور یورپ سے اسلام کے تعارف کا آغاز میدان جنگ میں ہوا، اور ہوتے ہوتے یہاں تک معاملہ پہنچا۔ بہ ہر حال رومیوں کی ایرانیوں پر فتح سے سے مسلمانوں کو بڑا سکون پہنچا۔

صلح حدیبیہ کے بعد آپ ﷺ کو موقع ملا کہ آپ اب سلاطین عالم کو دعوت دے سکیں، اس لحاظ سے کہ صلح حدیبیہ کے امن معاہدے کی وجہ سے اہل مکہ کی جانب سے کسی قسم کا کوئی خطرہ نہیں رہا تھا کہ وہ مسلمانوں پر حملہ آور ہوں گے، اور ان سے کوئی جنگ ہوگی، کیوں کہ معاہدہ ہو چکا تھا اس لیے امن کی صورت میں اس طرف سے اطمینان تھا۔ لہٰذا سلاطین عالم کو دعوت دی گئی۔ اس سے یہ بات سمجھ آگئی ہوگی کہ صلح حدیبیہ فتح مکہ کا پیش خیمہ بنی۔ ایک اور بات سمجھنے کی ہے کہ ابوسفیان مکے کے سردار تھے مگر صلح

۵۔ الروم: ۱۔۴

کے وقت وہاں موجود نہیں تھے اس لیے صلح کرنے میں آسانی پیدا ہوئی، اور ایک چیز اور سمجھنے کی ہے وہ یہ کہ ابوسفیان کی صاحبزادی ام حبیبہ رسول اکرم ﷺ کی زوجہ تھی یعنی ابوسفیان ان کے سسر تھے۔

اس لیے سمجھنے کا نکتہ یہ ہے کہ اس رشتے کی وجہ سے بھی ان کے ہاں ایک قسم کا نرم گوشہ پیدا ہو گیا تھا۔ لہٰذا جب یہ سلسلہ شروع ہوا، اور امن قائم ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سلاطین کو دعوت دینا شروع کی۔ ان کو خطوط لکھے، خطوط کے بارے میں ابتداء میں ہم نے ذکر کیا کہ ان میں کچھ عبارتیں مشترکہ تھیں اور کچھ ان کے حالات کے اعتبار سے الگ الگ تھیں۔

دعوت میں مخاطب کے حالات کو مدنظر رکھنا

یہ بات سمجھنے کی ہے کہ جس کو آپ نے دعوت دینی ہے، اس کا پس منظر آپ کو معلوم ہونا چاہیے۔ ان خطوط سے اس بات کی اہمیت کا بھی پتہ چلتا ہے کہ یہ بات جاننا کس قدر ضروری ہے کہ جہاں دعوت دیں وہاں کون لوگ ہیں، ان کے حالات کیا ہیں؟ اس زمانے میں رسول اللہ ﷺ کو یا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اردگرد موجود ساری سلطنتوں کا پس منظر، ان کی تاریخی حقیقت و مذہبی حیثیت معلوم تھی، اس لیے جب آپ ﷺ نے خطوط لکھے تو ان تمام چیزوں کی رعایت کی۔ اس کا ایک اثر ہوتا ہے، اس لیے کہ اس اہتمام کی وجہ سے مخاطب کو اس بات کا احساس ہوتا ہے کہ یہ ہمیں جانتا ہے اور ہمارے حالات سے واقف ہے۔ اور یہ بھی دیکھیے کہ جن لوگوں کو جہاں جہاں خطوط دے کر بھیجا گیا، ان سب کا عالم یہ تھا کہ وہ ان مکتوب الیہم کی زبان سے واقفیت رکھتے تھے۔[۶] اس تفصیل میں ہمارے لیے اہم سبق موجود ہے۔

اس حوالے سے ایک اور نکتہ پیش نظر رہنا چاہیے کہ عرب کے اطراف میں جو عیسائی علاقے تھے، یعنی شام کے علاقے، شام کے شمال میں واقع علاقے، یہاں کے باشندے عیسائیوں کے باج گزار

۶۔ عَنْ جَعْفَرِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ: بَعَثَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَرْبَعَةَ نَفَرٍ إِلَى أَرْبَعَةِ وُجُوهٍ: رَجُلًا إِلَى كِسْرَى وَرَجُلًا إِلَى قَيْصَرَ وَرَجُلًا إِلَى الْمُقَوْقَسِ وَبَعَثَ عَمْرَو بْنَ أُمَيَّةَ إِلَى النَّجَاشِيِّ أفَأَصْبَحَ كُلُّ رَجُلٍ مِنْهُمْ يَتَكَلَّمُ بِلِسَانِ الْقَوْمِ الَّذِينَ بُعِثَ إِلَيْهِمْ
ملاحظہ کیجیے! ابوبکر بن ابی شیبۃ، عبداللہ بن محمد ابراہیم العبسی (م ۲۳۵ھ)۔ مصنف ابی شیبہ، الریاض، مکتبہ الرشد ۱۴۰۹ھ: ج ۷، ص ۳۴۷، رقم ۳۶۶۲۸

تھے۔اس لیے ان کا کام یہ تھا کہ رومن امپائر کی طرف سے جو ہدایت آتی تھی ان کو نافذ کرتے تھے۔یہی حال ایران کا بھی تھا ایران والے بھی یہی کرتے تھے۔اب غور فرمائیے کہ عیسائیت کے نام آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خطوط میں کوئی سخت بات نہیں تھی، بل کہ سیدھی سادی سی بات تھی۔اور اس بات کا عرب کی سیاست سے بھی کوئی تعلق نہیں تھا۔آپ نے تو انہیں صرف مسلمان ہونے کی دعوت دی تھی۔

حضور ﷺ کے مکتوب لے جانے والے حضرات

یہاں ہمیں ان سفرا کے بارے میں جاننے کی ضرورت ہے، جو ان خطوط کے ساتھ رسول اللہ ﷺ نے روانہ فرمائے تھے۔ہرقل کے پاس جو پیام بر بھیجے گئے تھے،ان کا نام دحیہ الکلبی تھا اور جو خسرو ایران کے پاس گئے تھے اس کا نام عبداللہ بن حذافہ تھا اور حاطب بن ابی بلتعہ کو مقوقس کے پاس بھیجا گیا تھا جو رومن امپائر کا باج گزار تھا، مقوقس وہ تھا کہ جب آپ نے اس کے نام خط بھیجا تو اس نے ہدایہ بھیجے اس کے بعد حبشہ کی طرف جو آج کل Ethopia کہلاتا ہے آپ ﷺ نے عمرو بن امیہ کو بھیجا، حارث بن شرحبیل کو شام کے ایک شمالی علاقہ بلقہ جو رومن امپائر کا جاج گزار تھا وہاں بھیجا، وہ وہاں کی زبان سے واقف تھے۔

اس بات کو ایک مثال سے سمجھیے، اگر آپ سعودی عرب جائیں اور وہاں کسی سے اردو میں بات کریں تو نہیں سمجھے گا لیکن اگر آپ عربی میں بات کریں تو معاملہ آسان ہو جائے گا،اور بات چیت مفید ثابت ہوگی، اور زبان کی وجہ سے اپنائیت کا ماحول بھی میسر آئے گا، جو بات چیت کو نتیجہ خیز بنانے میں معاون ثابت ہوسکتا ہے۔اس لیے ضابہ یہ ہے کہ جس جگہ آپ جائیں تو وہاں کی زبان آتی ہو تو اس سے مخاطب کا دل بھی نرم ہوتا ہے یہ ایک فطری چیز ہے۔اگر ایک انگریز آپ کے پاس امریکہ سے آئے اور انگریزی میں بات کرے تو ٹھیک ہے آپ سمجھ جائیں گے لیکن اگر وہ اردو میں بات کریں تو آپ کو بڑا اشتیاق پیدا ہوتا ہے۔یہ حال ان لوگوں کا بھی تھا کہ انہوں نے اس کا اہتمام کرنے کی پوری کوشش کی۔یہ طویل بحث ہے جسے میں بہت مختصر کر کے آپ کو بتا رہا ہوں۔

کسریٰ کے نام خط

ایران کے بادشاہ خسرو کو جو آپ ﷺ نے جو تحریر فرمایا، ذیل میں پیش کیا جاتا ہے، خسرو ایران کے بادشاہوں کا لقب تھا۔ یہ لوگ آتش پرست تھے، ان کو جو خط لکھا گیا اس کا متن یہ ہے:

بسم الله الرحمن الرحيم من محمد رسول الله إلى كسرى عظيم فارس، سلام على من اتبع الهدى، وآمن بالله ورسوله، وشهد أن لا إله إلا الله وحده لا شريك له، وأن محمدا عبده ورسوله، وأدعوك بدعاية الله، فإني أنا رسول الله إلى الناس كافة، لانذر من كان حيا ويحق القول على الكافرين، فأسلم تسلم، فإن أبيت فإن إثم المجوس عليك.(۷)

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ اللہ کے رسول محمد (ﷺ) کی طرف فارس کے سربراہ کسری کی طرف، سلام ہے اس شخص پر جو ہدایت کی پیروی کرے، اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائے، اور اس بات کی گواہی دے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ اکیلا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، اور محمد ﷺ اس کے بندے اور رسول ہیں۔ میں تمہیں اللہ کی طرف بلاتا ہوں، اس لیے کہ میں تمام انسانوں کے لیے اللہ کا رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں، تاکہ جو زندہ ہیں انہیں میں خبردار کروں، اور کافروں کے سلسلے میں اللہ کا قول ثابت ہوجائے، لہٰذا اسلام لے آؤ تو تم سلامت رہو گے، اور اگر تم نے انکار کیا تو تم پر مجوسیوں کا بھی گناہ ہوگا۔

خط کے مندرجات

بسم الله الرحمن الرحيم

من محمد رسول الله الى كسرى عظيم فارس

آپ دیکھیے کہ اس طرز تخاطب میں مخاطب کا پورا احترام بھی مدنظر ہے۔ اس میں بھی ہمارے لیے بڑی حکمت اور بہت بڑا سبق پوشیدہ ہے۔ اگر آپ مخاطب کو گالیاں دیں گے تو وہ آپ کی بات نہیں سنے گا، اس لیے اپنی سنانے اور منوانے کے لیے مخاطب کو احترام دینا ضروری ہے۔ اس میں کسری کو اس طرح خطاب کیا گیا ہے کہ محمد رسول اللہ کی طرف سے عظیم بادشاہ کسریٰ کی طرف۔ آپ دیکھیے کہ کسری عظیم فارس جو فارس عظیم الشان ملک ہے اس کے بادشاہ کو خط لکھ رہے ہیں۔ یعنی اس کی عظمت کو تسلیم کر رہے ہیں، اسے بادشاہ اور بڑا بادشاہ مان کر مخاطب ہو رہے ہیں۔

پھر آپ ﷺ نے لکھا:

۷۔ محمد حمید اللہ۔ مجموعۃ الوثائق السیاسیۃ، دار النفائس بیروت ۱۴۰۷ھ الطبعۃ السادسۃ، ص ۱۴۰

سلام علی من اتبع الھدی

یعنی سلام ہو اس شخص پر جو اللہ کی ہدایات کی اتباع اور پیروی کرتا ہے۔

و امن باللہ و رسولہ

جس نے ہدایت کی پیروی کی اور اللہ اور رسول پر ایمان لایا۔

و شھد ان لا الہ الا اللہ

اور اس بات کی بھی گواہی دیتا ہے کہ اللہ کے سوا اس کا کوئی شریک نہیں ہے۔

و ان محمد عبدہ و رسولہ

کہ اس بات کی بھی گواہی دیتا ہے کہ محمد اللہ کے بندے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔

آپ دیکھیے کہ بڑے بادشاہِ وقت کو شروع سے کس طرح نرم گفت گو کے ساتھ مخاطب کیا جا رہا ہے کہ سلامتی ہو اس شخص پر جو ہدایت کی پیروی کرتا ہے اور گواہی دیتا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، اور محمد ﷺ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ یہ اسلام ہے اگر کوئی ایمان لاتا ہے تو اشھد ان لا الہ الا اللہ و اشھد ان محمد عبدہ و رسولہ ہی کہتا ہے۔

اور یہی آغاز ہے، اس کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا:

ادعوك بدعایة اللہ

میں تم کو اللہ تعالیٰ کی دعوت کی طرف بلاتا ہوں۔

اور اللہ تعالیٰ کی دعوت کیا ہے؟

انا رسول اللہ الی الناس کافۃ

پوری دنیا کے لیے اللہ کا رسول بنا کے بھیجا گیا ہوں۔

لانذر من کان حیا و یحق القول علی الکافرین

تاکہ جو زندہ ہے اسے میں خبردار کروں، اور اللہ تعالیٰ کا قول ثابت ہے کافروں کے سلسلے میں۔

اللہ تعالیٰ کا یہ وعدہ ہے کہ میں تم کو اس بات پر متنبہ کرتا ہوں کہ اگر تم نے اس بات کو قبول نہیں کیا تو اللہ تعالیٰ کی وعید موجود ہے اس سلسلے میں یہاں پر آپ نے کافرین کا لفظ استعمال کیا۔ کافرین کا مطلب یہ کہ جو شہادت نہیں دیتا۔ تو آپ نے کہا کہ دیکھو میں تمام دنیا کو تنبیہ کرنے کے لیے آیا ہوں کہ جو اسلام نہیں لائے گا اس پر اللہ کا قول ثابت ہو جائے گا۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا:

فاسلم تسلم فان ابیت فان الاثم المجوس علیك

یعنی فرمایا کہ دیکھو اسلام لاؤ اور اللہ کی رضا کے لیے سب کچھ کرو تم محفوظ رہو گے ہر لحاظ سے اللہ تعالیٰ تم کو محفوظ رکھے گا، لیکن اگر تم نے انکار کیا، یہ بات سمجھنے کی ہے کہ اگر تم نے انکار کیا تو جو دوسرے مجوس ہیں وہ بھی اسلام نہیں لائیں گے، اس صورت میں تم اس بات کا باعث ہو گے کہ وہ اسلام نہ لا سکیں اس لیے پوری قوم کا گناہ تمھارے سر پر ہوگا کہ اگر تم قبول کرلو گے تو وہ بھی قبول کرلیں گے۔

لوگ اپنے حکم رانوں کے دین پر ہیں

جہاں جہاں قبائلی نظام موجود ہے، خواہ افریقہ ہو یا عرب ہو یا جہاں بادشاہوں کا سلسلہ ہے، وہاں عام طور پر یہ معاملہ پیش آتا ہے کہ اگر ان کا قائد ہوتا ہے کوئی نظریہ قبول کرلے تو جو اس کے ماتحت ہوتے ہیں، وہ بھی اس نظریے کو قبول کرلیتے ہیں تو اگر کوئی قبیلہ ہے اور اس قبیلے کا سردار قبول کرلے تو پوری قوم اس کو قبول کرلے گی اور اگر کوئی ملک ہے تو اگر بادشاہ قبول کرلے گا تو پوری قوم قبول کرلے گی، اس لیے آپ ﷺ نے فرمایا کہ دیکھو جو لوگ زندہ ہیں اگر ان لوگوں نے قبول نہیں کیا تو ان پر کفر ثابت ہوجائے گا۔ اس لیے تم اسلام لاؤ تو تم ہر لحاظ سے محفوظ ہوجاؤ گے اور اگر تم نے انکار کیا تو تمام مجوس اور آتش پرست لوگوں کا گناہ تمھارے سر پر رہے گا، اس لیے کہ تمھارے نہ کرنے سے یہ بھی اسلام نہیں لائیں گے۔ تو اس کا گناہ تمھارے سر پر ہوگا۔

یہ تو آپ نے ایران کے بادشاہ کو خط لکھا۔ کسریٰ نے کیا کہا، یہ بھی بات سوچنے کی ہے، جب آپ نے کسریٰ کو خط لکھا۔ کسریٰ بڑا مغرور تھا، تو کسریٰ نے کہا کہ اے اونٹ چرانے والو! تمھیں یہ کیسے ہمت ہوئی کہ ہمیں ایسے مخاطب کیا جارہا ہے۔ یعنی بجائے اس کے کہ وہ اس ابدی حقیقت کا اقرار کرتا اس نے تکبر کیا اور اس نے نبی کریم ﷺ کا نامہ مبارک کو پھاڑ کر پھینک دیا۔ اس پر نبی کریم ﷺ نے پیشین گوئی کی کہ جلدی اس پر عذاب آجائے گا۔[۸]

مقوقس کے نام خط

۸۔ بخاری، محمد بن اسماعیل۔ الجامع الصحیح: ج ۳، ص ۱۳۰، رقم ۴۴۲۴

مصر کے بادشاہ کا نام مقوقس تھا، وہ بازنطینوں کے زیر اثر تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے مقوقس کو جو خط لکھا وہ آپ نے سنا ہوگا کہ عیسائیوں کے بہت سارے طبقے ہیں، ان میں ایک طبقہ قبطی کہلاتا ہے، جو مصر میں ہے۔ آپ نے ابھی چند سال پہلے سنا ہوگا کہ قبطوں کے خلاف ہنگامہ ہوا۔ قبطی عیسائیوں میں پایا جانے والا وہ فرقہ ہے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تعلیم سے قریب تر ہے۔ میں جب امریکا میں شکاگو یونیورسٹی میں تھا وہاں میرا ایک ساتھی قبطی تھا، میں نے دیکھا کہ وہ شراب نہیں پیتا، مجھے بڑی حیرت ہوئی کہ کوئی عیسائی شراب نہیں بھی پیتا، جب کہ ہم دیکھتے ہیں سارے عیسائی شراب پیتے ہیں، کیتھولک تو کہتا ہے کہ جو شراب پی جارہی ہے وہ نعوذ باللہ عیسیٰ علیہ السلام کا خون ہے جو پی رہے ہیں۔ میں نے اس سے پوچھا کہ تم شراب کیوں نہیں پیتے؟ اس نے کہا حرام ہے۔ میں نے کہا کہ سارے عیسائی پی رہے ہیں۔ تو اس نے کہا کہ نہیں ہمارے بائبل میں یہ حرام ہے۔ یہ بڑی اہم بات ہے کہ قبطی اپنی حقیقت کے بعض پہلوؤں پر آج بھی قائم ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مقوقس کو جو خط لکھا وہ یہ ہے:

بسم اللہ الرحمن الرحیم، من محمد عبداللہ ورسولہ إلی المقوقس عظیم القبط، سلامٌ علی من اتبع الھدی، أما بعد، فإني أدعوك بدعایة الإسلام، أسلِم تسلم، یؤتك اللہ أجرك مرتین، وإن تولیت فإنِ علیك إثم القبط ویَا أَھلَ الکِتَابِ تَعَالَوْا إِلَی کَلِمَةٍ سَوَاءٍ بَیْنَنَا وَبَیْنَکُمْ أَلَّا نَعْبُدَ إِلَّا اللہَ وَلَا نُشْرِكَ بِهِ شَیْئًا وَلَا یَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا أَرْبَابًا مِنْ دُونِ اللہِ فَإِنْ تَوَلَّوْا فَقُولُوا اشْهَدُوا بِأَنَّا مُسْلِمُونَ [۹]

شروع اللہ کے نام سے جو نہایت مہربان اور انتہائی رحم والا ہے، اللہ کے بندے اور اس کے رسول محمد (ﷺ) کی طرف سے قبط کے عظیم مقوقس کی طرف۔ سلام ہو اس پر جو ہدایت کی پیروی کرے۔ اما بعد میں تمہیں اسلام کی طرف بلاتا ہوں، اسلام لے آؤ سلامت رہو گے، اور اگر تم نے انکار کیا تو تم پر (تمام) قبط (کے اسلام نہ لانے) کا گناہ ہوگا، اے اہل کتاب! ایک ایسی بات کی طرف آؤ جو ہمارے اور تمھارے درمیان برابر ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہ

۹۔ زرقانی، ابو عبداللہ محمد بن عبدالباقی۔ شرح زرقانی علی المواهب اللدنیہ: ج۵، ص ۲۷

ٹھہرائیں اور ہم میں سے کوئی ایک دوسرے کو رب نہ بنائے سوائے اللہ تعالیٰ کے۔ پھر اگر وہ اس کو بھی نہ مانیں تو آپ کہہ دیجیے کہ گواہ رہو کہ ہم تو اللہ تعالیٰ کے حکم کے تابع ہیں۔

خط کے مندرجات

من محمد عبدہ ورسولہ الی المقوقس عظیم

محمد اللہ کے بندے اور رسول کی طرف سے مصر کے بادشاہ مقوقس کی طرف۔

بادشاہ کی تعظیم وتکریم کے لیے اس خط میں بھی وہی اسلوب اختیار کیا گیا ہے جو اس سے قبل خط جیسے کسریٰ کو لکھے گئے خط میں آپ ملاحظہ فرما چکے ہیں۔ آپ ﷺ نے اس کو عزت وتکریم و قار کے ساتھ پکارا اور مخاطب کیا۔

پھر آپ نے فرمایا:

سلام علی من اتبع الھدی

سلامتی ہو اس شخص پر جو سلامتی کی اتباع کرتا ہے۔

اما بعد فانی ادعوك بدعایۃ الاسلام اسلم تسلم۔

میں تم کو اسلام کی دعوت دیتا ہوں اگر تم اسلام لے آؤ گے تو تم محفوظ ہو جاؤ گے۔

یوتك اللہ اجرك مرتین

اس خط میں یہ جملہ توجہ طلب ہے، آپ ﷺ نے ایسا کیوں فرمایا، اس کی وجہ یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ کا خیال یہ تھا کہ ایرانیوں کے مقابلے میں عیسائی زیادہ نرم گوشہ رکھتے ہیں۔ اس لیے کہ ہم بھی حضرت عیسیٰ کو اللہ کا بندہ مانتے ہیں۔ رسول مانتے ہیں اور رسول اللہ ﷺ کا یہ خیال تھا اور صحیح خیال تھا کہ عیسائی نرم گوشہ رکھتے ہیں۔ مسلمان حضرت عیسیٰ کو قبول کرتے ہیں۔ اس لیے سیدھا آپ ﷺ نے سادہ خط لکھا، اس بات کی تائید اس امر سے بھی ہوتی ہے کہ اس خط پر مقوقس کا ردعمل اور اس کا برتاؤ بھی اچھا تھا۔ آپ ﷺ نے اس خط میں فرمایا:

یوتك اللہ اجرك مرتین

اگر آپ ایمان لاؤ گے تو اللہ آپ کو دوہرا اجر دے گا۔ یہ جملہ کسریٰ کے خط میں نہیں ہے۔ اسی طرح رومیوں کو لکھے گئے خط میں دوسرے جملے ہیں۔ پہلی آیت تو ہر جگہ مشترکہ ہے، باقی عبارات حالات کے مطابق تبدیل ہوتی رہی ہیں۔ آپ ﷺ نے اسے اس جانب توجہ دلائی کہ تمھارا ایمان لانا

بہت اہم واقعہ ہوگا، جس کے اثرات بہت دور رس ہوں گے۔ یہاں آپ نے لکھا کہ ہم آپ کو اسلام کی دعوت دیتے ہیں اگر آپ اسلام لے آئے تو آپ خود بھی محفوظ ہو جاؤ گے اور اللہ آپ کو دوگنا اجر دیں گے۔

فان تولیت فعلیك اهل القبط۔

اور اگر تم نے روگردانی کی تو اہل قبط کا گناہ تمھارے سر پر رہے گا۔

کیوں کہ تمھاری وجہ سے رعایا قبول نہیں کریں گے تو اس کا گناہ بھی تمھارے سر ہوگا۔ پھر آپ نے قرآن کی یہ آیت پڑھی کیوں کہ وہ عیسائی تھا:

يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰى كَلِمَةٍ سَوَآءٍۢ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ اَلَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهٖ شَيْـًٔا وَّلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۭ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُوْلُوا اشْهَدُوْا بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ O[۱۰]

اے اہل کتاب! ایک ایسی بات کی طرف آؤ جو ہمارے اور تمھارے درمیان برابر ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں، اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں، اور ہم میں سے کوئی ایک دوسرے کو رب نہ بنائے سوائے اللہ تعالیٰ کے۔ پھر اگر وہ اس کو بھی نہ مانیں تو آپ کہہ دیجیے کہ گواہ رہو کہ ہم تو اللہ تعالیٰ کے حکم کے تابع ہیں۔

اس کے بعد مقوقس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نامہ مبارک کی بڑی تعظیم کی اور آپ کو تحفے تحائف بھیجے، اور دو خواتین بھیجیں جو بڑی عظیم مرتبے کی تھیں۔ ایک ماریہ قبطیہ جو بعد میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ بنیں، اور ایک سیرین جو بعد میں ایک صحابی کی بیوی بنی۔ مطلب یہ کہ اس نے اقرار تو نہیں کیا، البتہ کسریٰ کے برعکس اس کا رویہ نرم تھا، احترام کا تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تحفے بھی بھیجے۔ اور جواباً اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک خط بھی لکھا، جس میں اسلام قبول نہ کرنے کی وجہ کا ذکر کیا۔ اس کے جواب کا متن یہ ہے۔

لمحمد بن عبدالله من المقوقس، سلام، أما بعد: فقد قرأت كتابك، وفهمت ما ذكرت، وما تدعو إليه، وقد علمت أن نبياً بقي، وقد كنت أظن أنه يخرج بالشام، وقد أكرمت رسلك، وبعثت إليك بجاريتين لهما

۱۰۔ آل عمران: ۶۴

مکان فی القبط عظیم، وبکسوۃ، وأھدیت إلیك بغلة لترکبھا، والسلام[11]

یہ برنامہ مقوقس کی جانب سے محمد بن عبداللہ کی طرف ہے: میں نے آپ کا مکتوب پڑھا اور میں نے آپ کے مدعا اور جس چیز کی طرف آپ بلا رہے ہیں، اس کو سمجھا۔ مجھے معلوم کہ ایک نبی آنے والے ہیں، مگر میرا خیال ہے کہ وہ شام میں مبعوث ہوں گے۔ بہ ہر حال میں نے آپ کے سفیروں کا اکرام کیا، اور دو لونڈیاں آپ کی خدمت میں روانہ کی ہیں، جن کا قبط میں بڑا مقام ہے۔ اور کچھ کپڑے اور ایک خچر سواری کے لیے بہ طور ہدیہ بھیجی ہیں۔ اور سلامتی ہو۔

یہ دیکھنے کی ضرورت ہے کہ مقوقس کی جانبت سے رسول اللہ ﷺ کے خط کا جواب کس قدر احترام کے ساتھ دیا جارہا ہے، پھر لکھا میں نے تمھارے سفیروں کی عزت افزائی کی۔ اس کے برعکس دیکھیے کہ کسریٰ نے کس ردِ عمل کا مظاہرہ کیا اس نے آپ ﷺ خط پھاڑ دیا اور سفیروں کی توہین کی۔

لیکن مقوقس نے کہا کہ میں تم کو دو لڑکیاں بھیج رہا ہوں جن کا قبط میں بڑا عظیم مقام ہے۔ یعنی بڑی اہلیت والی ہیں، ان کا بڑا احترام ہے، میں یہ دو لڑکیاں بھیج رہا ہوں اور ایک خچر بھی بھیج رہا ہوں تاکہ آپ اس پر سواری کریں۔ یہ ایک معروف خچر تھا، جس پر رسول اللہ ﷺ سواری کرتے تھے۔ تو اس طرح مقوقس نے آپ ﷺ کے سفرا کے ساتھ احترام کا معاملہ کیا، اور آپ کے سفیر کو نہایت اعزاز کے ساتھ تحائف دے کر رخصت کیا۔

نجاشی کو لکھا گیا خط

اسی طرح حبشہ والوں کو بھی آپ ﷺ نے جو خط لکھا ایک زمانے میں ایتھوپک کہلاتا تھا آج ایتھوپیا کہلاتا ہے، وہاں کا بادشاہ وہ بھی عیسائی تھا اور اس کا لقب نجاشی تھا۔ مکہ مکرمہ سے پہلی ہجرت حبشہ کی جانب ہوئی اس ہجرت میں بہت سے صحابہ حبشہ (ایتھوپیا) چلے گئے وہاں کے بادشاہ کا لقب نجاشی تھا نام اس کا اصحم تھا تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ ان لوگوں کے پاس جاؤ وہ نیک دل بادشاہ ہے وہ تمھاری عزت کرے گا۔ اسے ہجرتِ حبشہ کہتے ہیں، یہ دو بار ہوئی ہے۔ پہلی ہجرت حبشہ نبوت کے پانچویں سال ہوئی

۱۱۔ محمد حمید اللہ۔ مجموعۃ الوثائق السیاسیۃ، بیروت، دار النفائس ۱۴۱۷ھ: ص ۱۴۷

جس میں گیارہ مرد اور چار عورتیں شامل تھیں، جب کہ دوسری ہجرت نبوت کے ساتویں سال ہوئی، اس میں ۸۳ مردوں اور ۱۸ عورتوں نے شرکت کی۔ ابو سفیان کی صاحب زادی ام حبیبہؓ بھی ان میں شامل تھیں۔ آپ ﷺ کا نکاح اس کے بعد ہوا ہے۔

آپ ﷺ نے نجاشی کو جو خط لکھا وہ حسبِ روایت بڑے احترام کے ساتھ لکھا۔ بل کہ اس خط میں نجاشی کے عقائد و نظریات کی اطاعت زیادہ نظر آتی ہے۔

بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ مِنْ مُحَمَّدٍ رَسُولِ اللهِ إِلَى النَّجَاشِيِّ عَظِيمِ الحَبَشَةِ، أَسْلِمْ أَنْتَ، فَإِنِّي أَحْمَدُ إِلَيْكَ اللهَ الَّذِي لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ المَلِكُ القُدُّوسُ السَّلَامُ المُؤْمِنُ المُهَيْمِنُ وَأَشْهَدُ أَنَّ عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ رُوحُ اللهِ وَكَلِمَتُهُ أَلْقَاهَا إِلَى مَرْيَمَ البَتُولِ الطَّيِّبَةِ الحَصِينَةِ فَحَمَلَتْ بِعِيسَى فَخَلَقَهُ اللهُ مِنْ رُوحِهِ وَنَفَخَهُ كَمَا خَلَقَ آدَمَ بِيَدِهِ وَإِنِّي أَدْعُوكَ إِلَى اللهِ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ وَالمُوَالَاةِ عَلَى طَاعَتِهِ وَأَنْ تَتْبَعَنِي وَتُؤْمِنَ بِالَّذِي جَاءَنِي فَإِنِّي رَسُولُ اللهِ وقد بعثت إليك ابن عمي جعفرا، ومعه نفر من المسلمين، فإذا جاؤوك فاقرهم ودع التجبر وَإِنِّي أَدْعُوكَ وَجُنُودَكَ إِلَى اللهِ عَزَّ وَجَلَّ وَقَدْ بَلَّغْتُ وَنَصَحْتُ فَاقْبَلُوا نَصِيحَتِي وَالسَّلَامُ عَلَى مَنِ اتَّبَعَ الهُدَى (۱۲)

شروع اللہ کے نام سے، جو نہایت مہربان اور انتہائی رحم والا ہے، اللہ کے رسول ﷺ کی طرف سے حبشہ کے عظیم بادشاہ نجاشی کی طرف۔ سلام اس پر جو ہدایت کی پیروی کرے۔ امابعد! میں اس اللہ کی حمد کرتا ہوں جس کے سوا کوئی معبود نہیں، وہی حقیقی بادشاہ ہے، وہ تمام عیبوں سے پاک ہے، امن دینے والا اور سب کا نگہ بان ہے، اور میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ عیسیٰ بن مریم اللہ کی روح اور اس کا کلمہ ہیں، جس کو اللہ نے مریم، بتول، طیبہ، عفیفہ کی جانب القا کیا کہ وہ اللہ روح اور پھونک سے (اللہ کے نبی حضرت) عیسیٰ (علیہ السلام) کی والدہ بنیں۔ جیسا کہ اللہ نے آدم کو اپنے دست قدرت سے پیدا کیا تھا۔ میں تجھے اس اللہ کی طرف اور اس کی اطاعت و فرماں برداری کی محبت کی طرف بلاتا ہوں جو ایک ہے، اور اس کا کوئی شریک نہیں، اور یہ کہ تو میری اتباع کرے اور

۱۲۔ الوثائق السیاسیۃ: ص ۷۶

اس پر یقین کرے جو اللہ کی طرف سے میرے پاس آیا ہے (یعنی قرآن)۔ کیوں کہ میں اللہ کا رسول ہوں اور میں تمہیں اور تمھارے لشکر کو اللہ عز و جل کی طرف بلاتا ہوں۔ میں نے اللہ کا حکم پہنچادیا اور تمہیں اس کی نصیحت کردی سو تم میری نصیحت قبول کرو۔ اور سلامتی ہو اس پر جو ہدایت کی پیروی کرے۔

خط کے مندرجات

اس خط کا آغاز اس روایتی جملے سے ہوتا ہے، فرمایا:

من محمد رسول الله الی نجاشی الاصحم ملك حبشه

محمد رسول ﷺ کی طرف سے نجاشی جو الاصحم ہے حبشہ کا رہائشی ہے۔

پھر فرمایا:

اسلم انت فانی احمد الیك من الله

کہا کہ اللہ آپ کو محفوظ رکھے، میں تمھارے سامنے اللہ تعالیٰ کی تعریف بیان کرتا ہوں۔

وہ اللہ ہے جس کے علاوہ کوئی اور معبود نہیں اور وہ بادشاہ ہے پاک ہے قدوس ہے پر امن ہے وہ مومن ہے ایمان دینے والا ہے۔ مہیمن ہے، عظیم ہے کہ میں یہ گواہی دیتا ہوں کہ عیسیٰ ابن مریم (دیکھیے قرآن نے جہاں جہاں عیسیٰ کا تذکرہ کیا ہے وہاں ہمیشہ عیسیٰ ابن مریم کہا ہے۔) مطلب یہ تھا کہ عیسائیوں کے اس دعوے کو ماننا چاہیے کہ عیسیٰ مریم کے بیٹے تھے، ان میں خدائی کی کوئی چیز نہیں تھی خدا نہیں تھے جیسا عیسائی مانتے ہیں۔ تو جب بھی کہا گیا عیسیٰ ابن مریم کہا گیا اس لیے یہاں بھی کہا کہ عیسیٰ مریم کے صاحب زادے تھے، وہ خدا نہیں تھے جیسا عیسائی مانا کرتے ہیں۔ اس بات کے رد کے لیے یہ کہا گیا قرآن نے بھی یہی کہا ہے اور آپ نے بھی وہی کہا:

اشهد ان عیسیٰ بن مریم روح الله و کلمته

حضرت عیسیٰ اللہ کی روح ہیں اور اس کی طرف سے بھیجے گئے ہیں۔

أَلْقَاهَا إِلَى مَرْيَمَ الْبَتُولِ الطَّيِّبَةِ الحَصِينَةِ

اور یہ مریم کنواری ہیں، پاک دامن ہیں ہر لحاظ سے محفوظ ہیں۔

وحملت عیسیٰ

اور عیسیٰ کا حمل قرار پایا۔

وخلق الله عیسی بیده ونفخه

پھر اللہ تعالیٰ نے جو معجزہ دکھایا کہ اللہ نے حضرت مریم میں اپنی روح ڈالی اپنی پھونک اور اس طرح سے وہ پیدا ہوئے۔

کما خلق آدم بیدہ و نفخہ

جیسا کہ اللہ نے حضرت آدم کو اپنے ہاتھوں سے پیدا کیا۔ اور اپنی پھونک اور روح ڈالی۔

یہ بات سمجھنے کی ہے۔ بہت سے لوگ یہ سوال کرتے ہیں کہ بی بی مریم علیہا السلام کے ساتھ جو واقعہ پیش آیا وہ تو ایک معجزہ تھا۔ آپ اللہ تعالیٰ کو مان لیتے ہیں، اللہ تعالیٰ کو قادر تسلیم کر لیتے ہیں تو پھر آپ کے سارے سوال بے کار ہیں کہ کیا ہو سکتا ہے یا کیا نہیں ہو سکتا ہے؟ اگر اللہ تعالیٰ کو قادر نہ مانیں تو یہ سوال ہو سکتا ہے، لیکن اگر آپ اللہ کو خالق و قادر مان لیتے ہیں، تو پھر یہ سوال یہ بے کار ہے۔ بہت سے لوگ یہ سوال کرتے ہیں کہ یہ کیسے ہوا؟ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں جواب دیا ہے تو قرآن کے اس جواب کا رسول اللہ ﷺ نے یہاں اپنے اس خط میں بھی کر دیا۔ قرآن میں ہے کہ اگر ہم آدم علیہ السلام کو بغیر ماں باپ کے پیدا کر سکتے ہیں تو عیسیٰ کو بغیر باپ کے کیسے پیدا نہیں کر سکتے؟ آدم پیدا ہوئے تو بغیر ماں باپ کے پیدا ہوئے، وہ اس سے بہت بڑا واقعہ تھا۔ تو یہاں بھی فرمایا:

کما خلق آدم بیدہ و نفخہ

اور آدم کو اپنے ہاتھ اور پھونک سے پیدا کیا۔

یہ خط بہت لمبا دیا گیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے اوروں کو بہت مختصر لکھے، لیکن جب نجاشی کو لکھنے کا تو لمبا خط لکھا، کیوں کہ آپ ﷺ کو اس سے کافی توقعات وابستہ تھیں، آپ ﷺ نے فرمایا:

و انی ادعوك الی اللہ لو احد لا شریك له

میں تم کو اس اللہ کی طرف دعوت دیتا ہوں جو اکیلا ہے۔

میں تم کو توحید کی دعوت دیتا ہوں میں تم کو اس اللہ کی طرف دعوت دیتا ہوں جس کے ساتھ کوئی شریک نہیں ہے۔ اور اس کی اطاعت کرنے کی طرف تم کو دعوت دیتا ہوں اور تم میری اتباع کرو اور تم اس چیز پر ایمان لاؤ جو میں لے کے آیا ہوں۔ اس لیے کہ میں اللہ کا رسول ہو۔ آپ نے اتنی لمبی بات کی، لیکن تمام بات نہایت نرمی کی، اس لیے کہ آپ کے لیے نجاشی کے دل میں نرم گوشہ تھا۔ پھر آپ نے لکھا:

و قد بعثت الیك ابن عم جعفر و نفر معه من المسلمین

میں تمھاری طرف کچھ مسلمانوں کے ہم راہ اپنے چچا زاد بھائی جعفر کو بھیج رہا ہوں۔

آپ نے اس کی توثیق کی، دوسری جگہ اور لوگوں کو بھیجا اور یہاں اپنے چچازاد بھائی کو بھیجا۔ جاؤك فاقرهم کہ جب یہ تمھارے پاس آئے تو ان کی توقیر کرو اور عزت کرو، اور ان کا احترام کرو۔

ودع التجبر

اور اپنی ضد چھوڑ دو۔

ضد وہ کرتا ہے جو اپنے آپ کو بہت بڑا سمجھتا ہے اور میں تم کو اور تمھارے لشکر کو اللہ کی طرف دعوت دیتا ہوں اور میرا کام پہنچانا تھا میں نے پہنچا دیا۔

اللہ تعالیٰ قرآن میں فرماتا ہے: وَمَا عَلَيْكَ اِلَّا الْبَلَاغ کہ تمھارے ذمے قرآن کی دعوت دینا ہے۔ قبول کرنا یا نہ کرنا یہ ان کی ذمے داری ہے۔ رسول اللہ ﷺ اس سے بری ہیں، جب آپ نے ﷺ کسی کو دعوت دے دی تو آپ کا کام ختم ہوا اب اس کا کام شروع ہوتا ہے جس کو دعوت دی جا رہی ہے۔ وہ قبول کرے یا نہ کرے اس کی ذمے داری آپ کے اوپر نہیں ہے۔ اس کی ذمے داری اس کے اوپر ہے، جو اس کو قبول کریں یا نہ کریں، یہی آپ یہاں کہہ رہے ہیں کہ میں نے آپ کو پیغام پہنچا دیا۔ میں آپ کا مخلص ہوں اور آپ میری نصیحت کو قبول کرو۔

والسلام علی من اتبع الهدی

اور جو شخص ہدایت قبول کرے اس پر سلامتی ہو۔

بعض خط میں یہ عبارت بھی ہے۔

فان لم تسلیم فان اثم الجنود علیك

اگر تم یہ دعوت قبول نہیں کرو گے تو تمھارے لشکر کا گناہ بھی تمھارے سر پر ہو گا۔

ہرقل کے نام لکھا گیا خط

آخری خط جس کی طرف میں توجہ دلانا چاہتا ہوں، وہ خط باز نظنیوں کے نام ہے یعنی روم والوں کے نام ہے۔ ہرقل جس نے ایران کو فتح کیا ہے۔ یروشلم جس کا مرکز تھا، وہ رومن کے قبضے میں تھا۔ آپ ﷺ نے ان کو خط لکھا۔ ہرقل روم کے بادشاہ کو کہتے تھے:

بسم الله الرحمن الرحيم، من محمد رسول الله إلى هرقل عظيم الروم، سلام علی من اتبع الهدی، أما بعد، فإني أدعوك بدعاية الإسلام أسلم تسلم، وأسلم يؤتك الله أجرك مرتين، وإن توليت فإن عليك إثم الأريسيين، ويَا أَهْلَ الْكِتَابِ تَعَالَوْا إِلَى كَلِمَةٍ سَوَاءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ أَلَّا

تَعْبُدَ إِلَّا اللهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهِ شَيْئًا وَلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا أَرْبَابًا مِنْ دُونِ اللهِ فَإِنْ تَوَلَّوْا فَقُولُوا اشْهَدُوا بِأَنَّا مُسْلِمُونَ (۱۳)

اللہ کے نام سے جو نہایت مہربان، رحم کرنے والا ہے، اللہ کے رسول محمد کی طرف سے روم کے عظیم بادشاہ ہرقل کی طرف، سلامتی ہو اس پر جو ہدایت کی پیروی کرے۔ اما بعد! میں آپ کو اللہ کی دعوت کی طرف بلاتا ہوں اسلام لے آؤ سلامت رہو گے، اسلام لے آؤ اللہ تعالیٰ تمہیں دوہرا اجر عطا فرمائیں گے، اور اگر آپ نے روگردانی کی تو آپ پر اریسین کا گناہ ہوگا۔

اے اہل کتاب! ایک ایسی بات کی طرف آؤ جو ہمارے اور تمھارے درمیان برابر ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں، اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں، اور ہم میں سے کوئی ایک دوسرے کو رب نہ بنائے سوائے اللہ تعالیٰ کے۔ پھر اگر وہ اس کو بھی نہ مانیں تو آپ کہہ دیجیے کہ گواہ رہو کہ ہم تو اللہ تعالیٰ کے حکم کے تابع ہیں۔

عجیب بات سمجھنے کی یہ ہے کہ اس میں بات اریسین کی کی گئی ہے۔ یہ اریسین کون لوگ تھے۔ اصول طور پر یہ لوگ مسیحین تھے، اس لیے یہاں اثم المسیحین ہونا چاہیے تھا، لیکن یہاں یہ نہیں کہا جارہا، بل کہ آپ ﷺ نے اریسین کا لفظ استعمال کیا، اور یہ بات سمجھنے کی ہے کہ یہ اریسین کون لوگ تھے۔ پہلے خط آپ ﷺ کے خط کی عبارت ملاحظہ کیجیے۔

يَا أَهْلَ الْكِتَابِ تَعَالَوْا إِلَى كَلِمَةٍ سَوَاءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ أَلَّا نَعْبُدَ إِلَّا اللهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهِ شَيْئًا وَلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا أَرْبَابًا مِنْ دُونِ اللهِ فَإِنْ تَوَلَّوْا فَقُولُوا اشْهَدُوا بِأَنَّا مُسْلِمُونَ ۝

یہ آیت وہی ہے، جو نجاشی کو بھیجے جانے والے خط میں بھی شامل تھی۔

ایک شخص تھا اس کا نام اریوس تھا اور اس نے کیتھولک سے بغاوت کی تھی۔ اور بغاوت کر کے اس نے اپنا مذہب جاری کیا تھا، اور اس کا نام اریسین رکھا تھا، اس نے کیتھولک کے عقائد سے انکار کیا تھا اور وہ ہمارے عقائد سے قریب تر تھا، اس طرح کہ وہ حضرت عیسیٰ کو پیغمبر مانتا تھا، خدا نہیں مانتا تھا۔ (۱۴)

۱۳۔ بخاری۔ الجامع الصحیح: ج ۱، ص ۸، رقم ۷

۱۴۔ ابن حزم، ابو محمد علی بن احمد۔ الملل والنحل: ج ۱، ص ۴۷

جو بات سمجھنے کی ہے وہ یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو اس کا علم تھا کہ کوئی اریوس نامی شخص بھی گزرا ہے جس کے نظریات پر ایک عیسائی مکتبہ فکر موجود رہا ہے۔ یہاں سے یہ بات سمجھ آتی ہے کہ اصولِ دعوت میں سے اہم ترین امر یہ ہے کہ جنہیں آپ دعوت دے رہے ہیں، ان کا حال آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ وہ کون لوگ ہیں، ان کے نظریات کیا ہیں؟

بہ ہر حال اس پر کیتھولک کی بہت سی مجلسیں ہوئیں اور بالآخر اس کو قاتل قرار دیا گیا، اور اس پر قتل کا مقدمہ چلایا گیا تھا اور اسے قتل کے جرم میں قتل کر دیا گیا۔

چوں کہ ہرقل بھی اس سے متاثر تھا یعنی عیسائیوں کا جو عقیدہ تھا کہ حضرت عیسیٰ خدا کے بیٹے ہیں، اس لیے خدا ہیں، اور کیتھولک اسی کو مانتے تھے لیکن ہرقل اس کے منکر تھے۔ آپ ﷺ نے لکھا کہ عیسیٰ علیہ السلام پیغمبر ہیں، الوہیت ان میں نہیں ہے وہ اللہ نہیں ہے وہ عام انسانوں جیسے ہیں۔ آپ نے اس توقع سے اسے خط میں یہ لکھا کہ چوں کہ ہرقل اس طرف متوجہ تھا کہ وہ اریسین کے مذہب کو قبول کرائے گا، اس لیے آپ نے یہ لکھا اور ہرقل نے کوشش کی کہ اس مذہب کو پھیلا دے۔ اور کیتھولک نے اس کا انکار کر دیا اور کہا کہ اگر تم نے ایسا کیا تو تم بادشاہ نہیں رہو گے اس لیے بہ ظاہر تو وہ عیسائیوں کے طریقے پر تھا لیکن ذاتی طور پر وہ اریسین کے مذہب پر تھا۔

اس بحث میں بھی یہ بات سمجھنے کی ہے کہ آپ ﷺ نے جس کو بھی دعوت دی اس کی حیثیت کے مطابق دی، اس کے حالات کے مطابق دی۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ ہم جس کو دعوت دے رہے ہیں اس کے حالات سے ہمیں واقفیت ہونی چاہیے۔ آپ جب ان خطوط کا تقابل کریں گے تو ان میں چند جملے تو مشترکہ ہیں، اور بعض خطوط میں مخاطب کے معتقدات کے مطابق الگ الگ جملے استعمال کیے گئے ہیں۔ ہرقل کو اریسین کے گناہ کا بوجھ، کسریٰ کو آتش پرستوں کا، مقوقس کو قبطیوں کا۔ آپ ﷺ نے جس کو بھی خط لکھا، اس کی حیثیت کے مطابق اسے پکارا، اور اس کے مذہب اور عقائد کے مطابق انہیں پیش نظر رکھ کر اسے دعوت اسلام پیش کی، اور ایک وقت آیا کہ نجاشی مسلمان بھی ہو گیا۔ اور جب اس کا انتقال ہوا تو حضور ﷺ نے اس کا نماز جنازہ بھی پڑھائی۔ یہ بہت بڑی کامیابی تھی اور رسول اللہ ﷺ کی اکم یاب سفارت کاری کا ایک غیر معمولی مظہر بھی۔ اور حبشہ میں پہلی مرتبہ ایک مسلم اقلیت نے ایک غیر مسلم ملک میں پناہ لی۔ یہ اقلیت ہمارے لیے نمونہ بنتی ہے کہ ایسے ملک میں جہاں تم غیر مسلموں میں رہتے تو کیا کرتے۔ یہاں تک نجاشی پر جب حملہ ہوا تو ان مسلمانوں نے نجاشی کا ساتھ دیا۔

یہ چند باتیں میں نے اس لیے پیش کی کہ جس کو آپ دعوت دے رہے ہیں اس کے حالات سے آپ کا واقف ہونا ضروری ہے۔

عجیب بات ہے کہ ان لوگوں اور جگہوں سے صحابہ کرام کا براہ راست تعلق نہیں تھا لیکن پھر بھی آپ کو معلوم تھا کہ یہ کون لوگ ہیں۔

سیرت طیبہ کے اس مطالعے کا ایک سبق یہ ہے کہ جس کو دعوت دی جائے اس کے ساتھ نرمی ہونی چاہیے، گالی گلوچ نہیں ہونا چاہیے، تاکہ آپ اس کو سمجھا سکیں آج بار آور نہیں ہوگا تو کل ہوگا، کل نہیں ہوگا تو پرسوں ہوگا۔ آپ کا جو کام ہے وہ یہ کہ دعوت دی جائے اور آپ کی دعوت اس تک پہنچ جائے۔ میں اکثر جگر کا ایک شعر کہا کرتا ہوں:

ان کا جو کام ہے وہ اہل سیاست جانیں
میرا پیغام محبت ہے جہاں تک پہنچے

میں نے صرف اس میں تبدیلی یہ کر دیا ہے

ان کا جو کام ہے وہ اہل سیاست جانیں
میرا پیغام ہے شریعت محمدی پہنچانا

تو شریعت کا پیغام پہنچانا آپ پر لازم ہے۔ قبول کرنا نہ کرنا اس کا کام ہے۔

آخری نصیحت

آخر میں ایک بات پر اپنی گفت گو ختم کرتا ہوں کہ پاکستان جب بھی میں آتا ہوں، یہاں آتے ہی تکلیف بھی ہوتی ہے یہاں کے حالات ایسے ہیں کہ اللہ محفوظ رکھے کہ گناہوں کی سرپرستی اور اللہ سے بے زاری کا عمل مسلسل جاری ہے۔ ٹھیک ہے اسلامی عقائد موجود ہیں، نماز ہے، روزہ، زکوٰۃ، حج ہے۔ آپ حضرات جو یہاں رہتے ہیں۔ آپ ان برائیوں اور کمزوریوں کے ساتھ مصلحت کرتے جا رہے ہیں، اس لیے آپ کو وہ برائی برائی معلوم نہیں ہوتی، لیکن باہر والا جو آتا ہے اس کو برائی کا فوراً احساس ہوتا ہے، لیکن آپ کو احساس نہیں ہوتا آپ لوگ اس سے مصالحت کرتے جاتے ہیں۔ اپنے گھروں کے ڈرائنگ روم میں تو آپ گفت گو کرتے ہیں، لیکن جو میدان جنگ ہے وہاں کچھ نہیں کرتے۔ ظاہر ہے اس کے ذمے دار وہ لوگ ہیں جو اہل دین ہیں۔ ٹی وی کا حال دیکھیے، اس پر جو کچھ آرہا ہے، تلاوت بھی ہے، نعتیں بھی

ہیں۔ لیکن اس تلاوت کے بعد، ان نعتوں کے بعد جو اشتہارات آتے ہیں اور ان اشتہارات میں جو برہنگی ہوتی ہے، اور اس میں جو برہنہ عورتیں ہوتی ہیں اس کو آپ قبول کر لیتے ہیں۔ اور اس کے بعد جو ڈرامے آتے ہیں، جس میں غیر مرد اور عورت کا اختلاط ہوتا ہے، اس کو بھی ہم نے قبول کر لیا ہے، اس کے خلاف کوئی جہاد نہیں ہے۔ یہ سب باتیں اللہ تعالیٰ کے ہاں قابل گرفت ہیں، اس پر ہماری پکڑ ہوگی، اس لیے بھائی کم از کم یہ تو کہہ دو کہ یہ سب برا ہے، یہ سب غلط ہو رہا ہے۔ یہ نہیں ہونا چاہئے، یہ اسلامی تعلیمات کے برعکس اور برخلاف ہے۔

میں آپ کا بہت ممنون اور شکر گزار ہوں۔

واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین